مسلم معاشرے کی اصلاح میں مسجد کا کردار (اسلامی تعلیمات اور عصر حاضر کے تناظر میں تحقیقی و تطبیقی جائزہ)

The role of the Masjid in reforming the Muslim society (A research and applied review in the context of Islamic teachings and contemporary times)

محمد یعقوب *

عارف متین **

Abstract

The persistent role of Masjid undoubtedly throughout Islamic history has until now and will forever remain indispensable in the lives of Muslims. However, this question needs to be answered weather Masjid in modern age is playing its role or not. This article elaborates the importance of Masjid, its need and role in Islamic society with special reference to contemporary challenges. Unfortunately, the role of Masjid has been confined to place of worship and some other religious activities. Contrarly, during the time of Prophet (PBUH) and righteous caliphate the Masjid played its dynamic role serving as educational, institutions, community hub for numerous political, economic, and social affairs enriching the masses with spiritual nourishment and divine guidance. For example, it functioned as a house of parliament, house of justice, bait-ul-maal as well as an office for the head of state. Muslims used to come to Masjid for the solution of their problems pertaining this world and the hereafter. Therefore religious directives, socio-politico-economic guidelines should also be emanated from the Masjid reinventing its prophetic dynamic role in modern age. To achieve this goal, no doubt, Masjid administration and Imam s should be well-trained and highly qualified inculcating high morals and excellent soft skills. This article concludes that to anchor the Muslim community with sacred foundations the role of Masjid should be redefined by scholars and empowered by all stakeholders for peaceful coexistence and sustainable development catering the increasing needs and challenges of Muslim community in moder age.

Keywords: Masjid, Dynamic Role, Muslim Society, Islamic Teachings, Modern Era.

* لیکچرار، نمل یونیورسٹی، ملتان کیمپس، ملتان۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامک ریسرچ سنٹر، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

تمہید:

مسلم معاشرے کی اصلاح میں مسجد کا حقیقی کردار ہوتا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں اس کی مرکزی حیثیت مسلم ہے جو عہد نبوی میں اس کے استعمال سے واضح ہوتی ہے۔ عصر حاضر میں اس کا استعمال ویسے ہی ہونا چاہیئے جیسا کہ عہد رسالت میں تھا۔ مسجد کا استعمال صرف نماز کی حد تک محدود کرنا، اس میں کسی اصلاحی وتربیتی پروگرام کا انعقاد نہ کرنا، ہر وقت اس کے دروازے بندر کھنا ایک لمحہ فکر یہ ہے۔ اس سلوک سے مسلمانوں اور اسلامی تعلیمات کے مابین دوری پیدا ہو چکی ہے۔ اگر تحقیقی نکتہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے معاشرے کے ہر فرد کی ضرورت مسجد سے منسلک ہے۔ لوگ ہر قسم کی رہنمائی مسجد سے ہی حاصل کرتے نظر آتے ہیں۔ اس لئے مسجد کا معیار اتنا بلند ہو کہ وہ رجوع کرنے والوں کی مکمل رہنمائی کر سکے۔ اس معیار کا تقاضا یہ ہے کہ مسجد کے ذمہ داران جیسے امام، خطیب اور انتظامیہ اعلی تعلیم یافتہ ہوں۔ مسجد کی عمارت باقاعدہ منصوبہ بندی اور نقشے کے مطابق ہو اور تمام بنیادی ضروریات سے آراستہ ہو، تاکہ لوگ شوق سے نماز پنجگانہ کے علاوہ دیگر تربیتی پروگراموں میں شریک ہوں۔ عصری اور روحانی مسائل کا حل اس مضبوط تعلق میں پنہاں ہے۔

مسجد کا لغوی مفہوم:

مسجد کا اصل مادہ "سجد" ہے جیسے کہا جاتا ہے:" سجدیسجد سجودا"[1]"سجد"کا معنی اپنی پیشانی کو زمین پر رکھنا ہے۔ "سجد الرجل"[2] کا معنی یہ ہے کہ آدمی نے اپنی پیشانی کو زمین پر رکھا۔ ارشاد باری تعالی ہے کہ ''وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا''[3]"یعنی وہ سب (یعقوبؑ کے بیٹے یوسفؑ کے سامنے) بطور تعظیم جھک گئے۔" لفظ "مسجد" حرف جیم کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اگر اسے جیم کے فتحہ سے پڑھا جائے تو اسم مصدر قرار پائے

---

[1] افریقی، محمد بن مکرم، متوفی:۷۱۱ھ، **لسان العرب**(بیروت: دار صادر، الطبعة: الثالثة، ۱۴۱۴ھ)،۳: ۲۵۴

[2] حموی، احمد بن محمد، متوفی:۷۷۹ھ، **المصباح المنير في غريب الشرح الكبير** (بیروت: المكتبة العلمية)،۲۳۶

[3] یوسف:۱۰۰

گا۔[4] جس کا مطلب انسانی بدن کے سجدہ کرنے کی جگہ ہے اس کی جمع "مساجد" آتی ہے۔[5] جو قرآن مجید کی اس آیت میں استعمال ہوئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَأَنَّ الْمَساجِدَ لِلَّهِ فَلا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَداً[6]

"اور بے شک مساجد اللہ کی ہیں، تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔"

بعض مفسرین نے لفظ "مساجد" کا مطلب یہ بتایا کہ یہاں اس سے مراد انسانی جسم کے وہ اعضاء ہیں جن پر آدمی سجدہ کرتا ہے۔ جیسے گھٹنے ہتھیلیاں، پاؤں پیشانی اور ناک۔[7] اگر لفظ 'مسجد" جیم کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے تو اس سے مراد سجدہ کرنے کی جگہ ہے۔[8]

اصطلاحی مفہوم:

لفظ "مسجد" کا عمومی اطلاق زمین کے ہر حصے پر ہوتا ہے، چاہے وہ اس کا فراز ہو یا نشیب جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَطَهُورًا[9] "میرے لیے زمین کو سجدہ گاہ اور پاکیزہ بنایا گیا ہے۔" عرف عام میں مسجد کے عمومی مفہوم کو خاص کرتے ہوئے اس کا اطلاق صرف اس جگہ پر کیا گیا ہے، جو پانچ نمازوں، نماز جمعہ و عیدین کے لئے مخصوص ہو۔[10] اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جو نماز اور عبادت کے لیے مختص ہو اور یہ جگہ دین اسلام کی اہم عمارت اور نشانی ہے۔[11] لفظ "مسجد" جیم کے کسرہ کے

---

[4] زرکشی، محمد بن عبد اللہ، متوفی:۷۹۴ھ، **اعلام الساجد**، (مصر: وزارۃ جمہوریۃ، الطبعۃ،۱۴۹۶م)،۲۶

[5] **المصباح المنیر**،۲۸۶

[6] الجن:۱۹

[7] ابن درید، محمد بن الحسن، متوفی:۳۲۱ھ، **جمھرۃ اللغۃ**،۲: ۶۶

[8] **اعلام الساجد**،۱۳۔۱۴

[9] ترمذي، محمد بن عيسى، متوفی:۲۷۹ھ، **سنن**،۲:۲۳۱،۱، حدیث:۳۱۷

[10] **اعلام الساجد**،۱۳۔۱۴

[11] آلوسی، محمود بن عبد اللہ، متوفی:۱۲۷۰ھ، **روح المعاني**،(بیروت: ،دار الکتب العلمیۃ –الطبعۃ: الأولى، ۱۴۱۵ ھ)،۳: ۱۵

ساتھ وہ جگہ ہے جو دین اسلام کی اہم عمارت ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔

مسجد قرآن کی روشنی میں:

تمام مساجد چاہے چھوٹی ہوں یا بڑی اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔ قرآن کریم کی 28 آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے گھروں (مساجد) کا تذکرہ فرما کر ان کے مقام و مرتبے کو اچھی طرح واضح فرمادیا۔ اختصار سے کام لیتے ہوئے چند آیات کا مطالعہ ضروری ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَأَنَّ الْمَساجِدَ لِلَّهِ فَلا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَداً[12]

"اور بے شک مساجد اللہ کی ہیں، تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔"

محمد علی صابونی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ "مساجد اللہ کی عبادت کے لیے ہیں اس لئے ان میں صرف اللہ کی ہی عبادت ہونی چاہیے، کیونکہ یہود و نصاریٰ جب اپنی عبادت گاہوں میں داخل ہوتے تھے تو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ جب مساجد میں داخل ہوں تو صرف اللہ کی عبادت کریں۔"[13]

اللہ تعالیٰ نے مساجد کو تعمیر کرنے اور انہیں ذکر و عبادت سے آباد رکھنے کی ہدایت فرمائی اور آباد رکھنے والوں کو اہل ایمان ہونے کا سرٹیفیکیٹ عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَى أُولَئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ[14]

---

[12] الجن:۱۸

[13] صابونی، محمد علی، **صفوۃ التفاسیر**، (القاہرہ: دار الصابونی للطباعۃ والنشر والتوزیع، الطبعۃ: الأولی، ۱۴۱۷ھ)، ۳: ۴۳۶

[14] التوبہ:۱۸

"اللہ کی مسجدوں کو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر، روز قیامت پر ایمان لاتے ہیں، اور نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے ہیں، اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ یہی لوگ امید ہے کہ ہدائت یافتہ لوگوں میں (داخل) ہوں۔"

جو مسجد کو کسی بھی طرح آباد رکھے گا وہ ایمان والا ہے اور جو نہیں رکھے گا گویا اس میں ایمان ہی نہیں۔ اللہ تعالی نے اس آیت میں کلمہ حصر "انما" استعمال فرما کر ایمان کو مسجد کے آباد رکھنے سے مشروط فرما دیا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "مسجد کی آبادی ایمان کی دلیل ہے بلکہ آیت نے ظاہری طور پر ایمان کے ہونے کو مسجد کی آبادی سے مشروط کر دیا ہے "([15])۔ اس آبادی سے مراد علمی و عملی حلقات قائم کرنا اور مسجد کی تمام چیزوں کا خیال رکھنا ہے جیسے قالین بچھانا، روشنی کرنا، عبادت و ذکر کرنا اور جو لوگ کسی بھی لحاظ سے مساجد میں اللہ کی عبادت اور اس کا ذکر کرنے میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں یا کسی بھی قسم کا فتنہ و فساد پھیلانے کا سبب بنتے ہیں انہیں دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب عظیم کی سند عطا کی گئی ہے۔[16]

ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا أُولَئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ[17]

"اور اس بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کا ذکر کیے جانے کو منع کرے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ ان لوگوں کو کچھ حق نہیں کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔"

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ "جو شخص مساجد میں کسی قسم کی خرابی کا باعث بنتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے والے سے زیادہ بُرا ہے اور وہ فسق و فجور کے انتہائی درجے پر فائز ہے۔ مساجد میں اللہ کا ذکر کرنا

[15] رازی، محمد بن عمر، متوفی:۶۰۶ھ، **مفاتیح الغیب**، (بیروت: دار إحياء التراث العربي، الطبعة: الثالثة- ۱۴۲۰ھ)، ۴: ۱۳

[16] بيضاوي، عبد اللہ بن عمر، متوفی:۶۸۵ھ)، **أنوار التنزيل وأسرار التأويل**، (بيروت: دار إحياء التراث العربي، الطبعة: الأولى- ۱۴۱۸ھ)، ۳: ۴

[17] البقرة: ۱۱۴

اس کی عبادت بجالانا انہیں گناہ اور فسق وفجور سے بچانا اور انہیں آباد کرنے اور رکھنے کے بھرپور جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا فرض اور اس کی ذمہ داری ہے۔"[18]

مسجد حدیث کی نظر میں:

مسجد کی تعمیر جنت کے حصول کا ذریعہ ہے اور مسجد کے تعمیر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت میں اسی طرح یا اس سے افضل گھر عطا فرمائے گا۔ لیکن یہ تب ہو گا جب ان مساجد کی تعمیر کسی دنیاوی لالچ و طمع اور ریاکاری اور دکھلاوے سے پاک ہو گی، اور محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے ہو گی۔ نبی کریم ﷺ نے مسجد کو مسلم معاشرے میں مرکزی حیثیت دی ہے۔ اس کی فضلیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مَنْ بَنَى مَسْجِدًا يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الجَنَّةِ[19]

"جس نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنائی اللہ اس کے لئے جنت میں اسی طرح کا گھر بنائے گا۔"

بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں تعمیر مسجد کا مقصد اخلاص نیت کے ساتھ رضائے الٰہی ہے۔ بنانے والے کی نیت ہر قسم کی ریاکاری سے پاک ہونی چاہیے۔[20] اللہ تعالیٰ نے مسجد کی تعمیر کرنے والوں کے لیے اپنے سب سے بڑے انعام جنت کو عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ بڑا انعام کسی بڑے کارنامے کے نتیجے میں ملتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسجد کی تعمیر ایک بڑا کارنامہ ہے، کیونکہ اسلامی نظام کا احیاء اسی سے ہی ممکن ہے۔ اس مضمون کو ذہن میں رکھ کر سوچا جائے تو مسجد کی فضلیت صحیح معنوں میں اجاگر ہو جاتی ہے۔ اگر احادیث مبارکہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بنفس نفیس مسجد کی تعمیر اور اس کی آبادی کی طرف اپنی توجہ مرکوز فرمائی۔ بلاشبہ مسجد ایک مسلم معاشرے کے لیے وہی حیثیت رکھتی ہے جو حیثیت جسم کے لیے غذا کی ہوتی ہے۔ کسی بھی مسلم معاشرے کو زندہ رکھنے کے لئے مسجد کا قیام ضروری ہے، جیسا کہ جسم کو زندہ رکھنے کے لیے خوراک

---

[18] **مفاتیح الغیب**، ۴: ۱۳

[19] بخاری، محمد بن إسماعیل، صحیح البخاري، **کتاب الصلاة**، (دار طوق النجاة، الطبعة: الأولی، ۱۴۲۲ھ)، ۸۷، حدیث: ۴۵۰

[20] عینی، محمود بن احمد، متوفی: ۸۵۵ھ، **عمدة القاري شرح صحیح البخاري**، ۴: ۲۱۳

ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے پہلا کام مسجد قباء کی تعمیر کی صورت میں سرانجام دیا، تاکہ مدینہ منورہ کے مسلمانوں کی توجہ مسجد کی طرف رہے۔ مزید برآں مسجد کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہو جاتی ہے کہ احادیث میں مسجد کی تعمیر کے لیے نقشہ، دیواریں، چھت، فرش، منبر، دروازے، ستونوں اور مسجد میں بچھائی جانے والی چٹائیوں کے جواز تک کی ہدایات موجود ہیں۔

مسجد اور معاشرے کا باہمی تعلق:

مسجد اور مسلم معاشرہ ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ مسجد کے بغیر اسلامی احکامات کی تذکیر ممکن نہیں اور ایمان کو برقرار رکھنا انتہائی مشکل ہے۔ اسلام کا اہم ترین ستون نماز کا قائم نہیں رہتا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ مسجد کے بغیر مسلم معاشرے کی پہچان ہی ختم ہو جاتی ہے۔ مسجد کے وجود سے ہی ایک مسلم معاشرے کا وجود برقرار رہتا ہے۔ اگر مسجد کی حقیقت اور اس کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو ہم آج بھی اسے عہد نبویؐ کی مسجد بنا سکتے ہیں۔ اس کا استعمال ویسا ہی کر سکتے ہیں جیسا کہ نبی ﷺ کے پاکیزہ عہد میں تھا۔ عہد نبوی کی مسجد نے مسلمانوں کو اتنا اپنے قریب کر لیا تھا کہ وہ ان کے گھر کی مانند شمار ہوتی تھی۔ وہ اپنے تمام معاملات کو دین اسلام کے قالب میں ڈھالنے کے لیے مسجد کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کی مسجد نے معاشرے کے ایسے افراد کار پیدا کیے جنہوں نے پوری دنیا میں اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔ صحابہ کرام کی پاکیزہ اور صالح جماعت دراصل مسجد ہی کی تربیت یافتہ تھی۔ اس لئے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اصلاح معاشرہ کے لئے مسجد کا وجود از بس ضروری ہے۔ زمین پر اللہ تعالی کے یہ گھر مسلم معاشرے کو باہم مربوط رکھنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ "لوگوں کی قلبی عبادت اور ان کی نقائص سے پاکیزگی ایک جامع مسجد کے قیام سے ہی ممکن ہے۔ جب معاشرے میں بسنے والے مسلمانوں کی اندرونی اور بیرونی طہارت مطلوب ہو گی تو مسجد اپنا کردار ادا کرے گی جو لوگوں کے دلوں کو پاک کرے گی اور ان کے اذہان کو صاف کرے گی اور انہیں سیدھی راہ دکھلائے گی۔ جب معاشرے کے اکثر افراد کا یہ حال ہو گا تو یقیناً ایک پاکیزہ مسلم معاشرہ وجود میں آئے گا۔"[21]

[21] أندلسی، محمد بن یوسف، متوفی:۷۴۵ھ، **البحر المحيط في التفسير**،(بیروت: دار الفكر، الطبعة:۱۴۲۰ھ)، ۸: ۴۷

مسلم معاشرے اور مسجد کا آپس میں تعلق انتہائی گہرا ہے۔ شریعت کا مزاج ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ہر معاشرتی کام جس سے مسلمانوں کی اجتماعیت بر قرار رہ سکے اسے مسجد میں سر انجام دینا جائز ہے۔ احمد بن حجر عسقلانی، مھلب کا قول ذکر کرتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں کہ "الْمَسْجِدُ مَوْضُوعٌ لِأَمْرِ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ فَمَا كَانَ مِنَ الْأَعْمَالِ يَجْمَعُ مَنْفَعَةَ الدِّينِ وَأَهْلِهِ جَازَ فِيهِ"[22] مسجد مسلمانوں کی اجتماعیت کے لئے بنائی گئی ہے۔لہذا ہر وہ کام جو دین اور اہل دین کے فائدے کے لئے ہو اس کا مسجد میں کرنا جائز ہے"۔

مسلم معاشرے کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ مسجد کا استعمال مثبت ہو۔ اس کے دروازے لوگوں کے لئے ہر وقت کھلے رکھے جائیں، اس میں تعلیم و تربیت کے ایسے مواقع فراہم کیے جائیں جن سے تزکیہ نفس ہو سکے۔ ڈاکٹر صالح بن غانم کہتے ہیں کہ "بے شک مسجد کا معاشرے سے تعلق اس میں دن اور رات میں پنجگانہ نماز ادا کرنے سے کہیں زیادہ ہے۔ (یہ ٹھیک نہیں) کہ اس کا دروازہ بند کر دیا جائے اور اس کا تعلق مسلمانوں اور ان کے تمام معاملات سے ختم کر دیا جائے۔ یہ ضروری ہے کہ اس (مسجد) کا معاشرے کے اجتماعی نظام سے ایک فعال تعلق بر قرار رہے۔[23]

نبی کریم ﷺ نے مسلم معاشرے کو مسجد کے ساتھ مربوط رہنے پر ابھارا ہے، تاکہ لوگ اس اسلامک سنٹر سے بھرپور رہنمائی حاصل کریں۔ لوگوں کے مسجد میں آنے کو باعث ثواب، بلندی درجات اور دفع سیئات کا اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟» قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَذَلِكُمُ الرِّبَاطُ[24]

---

[22] عسقلاني، أحمد بن علي بن حجر، **فتح الباري**، (بيروت : دار المعرفة، ١٣٧٩ھ)، ١: ٥٤٩

[23] دکتور، صالح بن غانم، **الأثر التربوي للمسجد**، (الکتاب منشور علی موقع وزارة الأوقاف السعودية بدون بيانات)، ١: ٩

[24] القشيري، مسلم بن الحجاج، المتوفی: ٢٦١ھ، **صحيح مسلم**، باب فضل اسباغ الوضو، (بيروت: دار إحياء التراث العربي)، ١: ٢١٩

"کیا میں تمھیں ایسی بات نہ بتا دوں جس سے اللہ خطاؤں سے درگزر کرتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے، (صحابہ) نے عرض کی، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ؟ مساجد کی طرف کثرت سے جانا، نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔"

اس حدیث میں یہ ترغیب موجود ہے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ مسجد کی طرف رجوع کریں، تاکہ ایک منظم مسلم معاشرہ وجود میں آئے۔ ایک ایسا معاشرہ جس کے رہنے والے آپس میں اللہ کے لئے محبت رکھنے والے، امن سے رہنے والے اور باہم تعاون کرنے والے ہوں۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے نبی اکرم ﷺ نے معاشرے کی تمام بنیادی ضروریات کو مسجد سے مربوط فرمادیا۔ تاکہ ان دونوں کے تعلق میں کسی قسم کا رخنہ پیدا نہ ہونے پائے ذیل میں ہم ان بنیادی ضروریات کا جائزہ لیتے ہیں۔

تعلیم:

علم کا حصول ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، اس سے مراد ایسا علم ہے جس سے وہ اپنے رب کی معرفت حاصل کر سکے۔ زندگی گزارنے کا سلیقہ سیکھ سکے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پہچان کر سکے، امن و سلامتی کا پیغام بن سکے، شعور کے اس درجے تک پہنچ سکے جو ایک انسان کے رہنے کے لئے اور پھر مسلمان رہنے کے لیے لازم ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ[25]

"علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "اس علم سے مراد علم اخلاص، نفس کی پہچان اور ایسا علم ہے جس سے اعمال کی صحت اور ان کا طریقہ معلوم ہو سکے۔ کیونکہ ان اعمال کا دارومدار اخلاص نیت پر ہے۔ اگر اعمال کے ذریعے نیت غرور و تکبر کی ہے تو یہ چیز اخلاص کی عمارت کو ڈھادے گی۔ اس علم سے مراد سے متعلق ایک قول یہ ہے کہ حلال و حرام کا علم حاصل کرنا فرض ہے، ایک قول یہ ہے رحمان اور شیطان کے راستے کا علم، ایک قول ہے کہ خرید و

---

[25] قزوینی، محمد بن یزید، متوفی: ۲۷۳ھ، **سنن ابن ماجہ**، (دار إحياء الكتب العربية)، ۱: ۸۱

فروخت، نکاح و طلاق کا علم۔ گویا جب کوئی مسلمان جس چیز کو شروع کرنے لگے تو اس کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ بعض نے اسلام کے ارا کین کا علم جبکہ بعض نے توحید کا علم بھی مراد لیا ہے۔"[26]

بہر حال مسلمان کے لیے اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے جس کے ذریعے وہ اپنی عائلی اور معاشرتی زندگی کو اسلام کے قالب میں ڈھال سکے۔ ایسا علم ہر بڑے چھوٹے، مرد عورت، جوان بوڑھے یہاں تک کہ بچے کے لیے بھی ضروری ہے۔ بے شک ایسے علم کے حصول کا ایک بڑا ذریعہ اور سر چشمہ مسجد ہے جہاں پوری یکسوئی اور ثواب کی نیت سے علم حاصل کیا جاتا ہے جو پوری زندگی کے لئے ذہن میں پیوست ہو جاتا ہے۔ اور زندگی کے معاملات خود بخود اسکے مطابق ڈھلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یوں یہ مسجد معاشرے کی ایک انتہائی اہم اور بنیادی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

حلقات دروس:

مسجد میں درس و تدریس کے حلقہ جات قائم کرنا دراصل مسجد میں علم کی شمع روشن کرنا ہے۔ جب لوگ بڑے خلوص سے نماز قائم کرنے کے لئے مسجد کی طرف آتے ہیں تو وہ اسی اخلاص کے ساتھ ان قائم کیے جانے والے حلقات دروس سے مستفید ہوتے ہیں۔ یہاں سے حاصل کیا جانے والا علم معاشرے کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہو سکتا ہے۔ گھر کا سربراہ جب علم کے ان سر چشموں سے سیر اب ہو گا تو یقیناوہ اسے اپنے اہل وعیال تک منتقل کرے گا۔ ایک دوست اپنے دوستوں کو علم منتقل کرے گا، تو اس طرح پورے معاشرے میں اس علم کی روشنی پھیلتی چلی جائے گی اور جہالت کا خاتمہ ہو کر رہ جائے گا۔ لہذا ہر مسجد میں مختلف موضوعات پر مشتمل حلقات کو باقاعدہ قائم کرنا چاہئیے جن میں معاصر تقاضوں کے مطابق قرآن وسنت، تفسیر وحدیث اور فقہ کی تعلیم دینی چاہیے۔ دنیاوی امور اور کاروباری معاملات میں رہنمائی کے لئے بحث ہونی چاہئیے، تا کہ ایک اچھاڈاکٹر، ایک اچھا تاجر اور ایک اچھا انجینئر ایک اچھا مسلمان بھی بن سکے۔

---

[26] سیوطي، عبد الرحمان، متوفی:٩١١ ھ، **شرح سنن ابن ماجه**، ا: ٢٠

نبی کریم ﷺ مسجد میں حلقات دروس قائم فرمایا کرتے تھے لوگ آپ ﷺ سے مختلف سوالات پوچھا کرتے اور دین کا فہم حاصل کیا کرتے۔ آپ ﷺ ہر ایک کو اس کے فہم کے مطابق جوابات دیا کرتے تھے۔ یہی لوگ معاشرے میں جاتے اور ان باتوں کو خوب پھیلایا کرتے تھے۔ ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ " اللہ کے رسول ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ تین آدمی آئے، دو آدمی آپ کے پاس آگئے اور ایک چلا گیا، پھر ان میں ایک حلقے میں جگہ دیکھ کر بیٹھ گیا جبکہ دوسرا سب سے آخر میں بیٹھ گیا۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا میں تمھیں تین آدمیوں کی خبر نہ دوں؟ ایک اللہ کی پناہ میں آگیا تو اللہ نے اسے پناہ دے دی، دوسرے نے حیا کی تو اللہ نے بھی اس سے حیا کی، اور تیسرے نے اللہ سے اعراض کیا تو اللہ نے بھی اس سے اعراض کیا۔"[27]

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق مسجد میں حلقہ قائم کر کے کسی عالم یا واعظ کا بیٹھنا اور لوگوں کا ان حلقات میں حصول علم کے لئے شامل ہونا بڑی فضلیت کی بات ہے۔"[28]

بہر حال یہ بات ذہن میں رہے کہ ان حلقات کے قائم کرنے کا مقصد دنیاوی مقاصد اور مفادات نہیں ہونے چاہییں بلکہ احترام مسجد کو پیش نظر رکھتے ہوئے علم میں اضافے کا سبب والی بامعنی گفتگو اور مناسب سوالات و جوابات کرنے چاہییں۔ دوسرے کو زچ کرنا، اسے نیچا دکھانے کی کوشش کرنا سراسر فضول ہے۔ ان حلقات کا مقصد رسول پاک ﷺ نے بڑے واضح انداز میں یوں فرمایا:

وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللهِ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ، لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ[29]

"جب لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکٹھے ہوتے ہیں، کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، اور اسے اپنے درمیان پڑھتے پڑھاتے ہیں، تو اللہ ان پر سکینت نازل فرماتا ہے، اور رحمت انھیں ڈھانپ لیتی ہے، اور فرشتے

[27] صحيح البخاري، **كتاب الصلاة**، ١: ١٠٢، حديث: ٤٧٤

[28] عسقلاني، أحمد بن علي، **فتح الباري شرح صحيح البخاري**، ١: ١٥٧

[29] صحيح مسلم ،فضل الاجتماع على تلاوة القران، ٤: ٢٠٧٤

انھیں گھیر لیتے ہیں، اور اللہ ان کا ذکر اپنے ہاں کرتا ہے، جس کا عمل اسے سست کر دے، اسکا نسب اسے تیز نہیں کر سکتا۔"

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث مسجد میں تلاوت قرآن کے لئے اجتماع کرنے پر واضح دلیل ہے اور یقینا ایسا اجتماع بڑی فضلیت والا ہے۔[30] لہٰذا ایسے اجتماعات اور حلقہ جات کا مقصد مناظرہ بازی، تفرقہ بازی اور دیگر مذموم مقاصد پورے کرنا ہرگز نہیں ہونا چاہیے بلکہ صرف اور صرف علم کا حصول، دین کا فہم اور معاشرے کی اصلاح کرنا مقصود ہو۔

خطبہ جمعہ:

ہفتے کے عام دنوں میں مسلمان نماز پنجگانہ ادا کرنے کے لئے مسجد جاتے ہیں۔ یہ نمازیں وہ چھوٹے اجتماعات ہیں جو ایک طرف عبادت ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ہفتے کا ایک دن جمعہ کہلاتا ہے جو ایک بڑے اجتماع کی صورت میں منعقد ہوتا ہے۔ مسلمان زیادہ تعداد میں شریک ہوتے ہیں اور منبر سے اٹھنے والی آواز کو غور سے سنتے ہیں۔ اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے عزم مصمم کرتے ہیں۔ یہی آواز دراصل معاشرے کی اصلاح میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ خطیب کو چاہیے کہ وہ ایسے موضوعات کا انتخاب کرے جو لوگوں کی ذہنی سطح کو اپیل کرتے ہوں۔ پورے سال کی مناسبت سے اسلامی واقعات کے مطابق گفتگو ہونی چاہیے۔ ایسے معاشرتی مسائل پر بات کرنی چاہیے جس کا لوگ روزمرہ زندگی میں سامنا کر رہے ہوں۔ خطبات میں ہر مشکل کا ممکنہ اور صحیح حل پیش کیا جائے۔ نوجوانوں کی بڑھتی ہوئی خراب صورتحال کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی جائے۔ فحاشی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے بند باندھنے کی سعی کی جائے۔۔ نشہ اور دیگر فاسد اشیاء کی مذمت کی جائے۔ لوگوں کو تاکید کی جائے کہ وہ اپنے تمام معاملات کو قرآن و سنت کے مطابق بنائیں، ہمیشہ اچھی گفتگو کریں، نرم رویہ اپنائیں اور آپس میں محبت کریں۔ امن سے زندگی گزاریں اور ایک دوسرے کے معاون بن جائیں۔ ان کے اس طرز عمل سے معاشرتی زندگی خوشگوار بن جائے گی۔ یہی وہ طریقہ ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد

[30] نووي، يحيى بن شرف، **المنهاج شرح صحيح مسلم**، (بيروت: دار إحياء التراث العربي، الطبعة: الثانية، ١٣٩٢هـ)، ١٧: ٢٢

کے منبر پر اپنایا۔ خلفاء راشدین نے اسے لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنایا۔ آج بھی مساجد کے منبر اسی آواز کے منتظر نظر آتے ہیں۔ جب تک یہ کام نہیں کیا جائے گا، تب تک معاشرتی اصلاح ممکن نہیں۔

مجلس الدعوۃ والارشاد کے تحت خطبہ جمعہ اور خطیب کی ذمہ داریوں سے متعلق قواعد وضوابط یوں مذکور ہیں کہ خطبہ جمعہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی سے بچنے کی تلقین کرنا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا عمل مبارک تھا۔ خطیب کو چاہئیے کہ وہ قرآن وسنت کے مضبوط دلائل کی بنیاد پر صحیح عقیدے کی وضاحت اور دلوں میں موجود ایمان کو قوی کرے، عبادات سے متعلق مسائل، حلال وحرام کے مسائل تفصیل سے بیان کرے، حالات کی مناسبت سے گفتگو کرے جس کی لوگوں کو ضرورت ہو، غلط باتوں کی سختی سے تردید اور اسلام کے خلاف پیدا ہونے والے شبہات کا رد پیش کرے۔ آئمہ اور علماء کے اقوال، ان کا کردار لوگوں کے سامنے بیان کرے تا کہ وہ اپنا کردار بھی ویسے ہی بنا سکیں۔ عصر حاضر کے فتنوں کی تفصیل، ان کا سد باب اور ان سے بچنے کے طریقے ذکر کرے، اسلامی اخوت، بھائی چارے اور اتحاد امت کا درس دے۔[31]

نبی کریم ﷺ اپنے خطبات میں لوگوں کی اصلاح پر زور دیا کرتے تھے ،انہیں صالح اعمال پر ابھارا کرتے تھے۔ بے شک لوگوں کی اصلاح ایک فرض ہے۔ آپ ﷺ نے اس فرض کو پورا کرنے کے لیے مسجد و منبر کو ایک اہم ذریعہ بنایا۔ ہجرت مدینہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے مسجد کا قیام عمل میں لا کر اس کی اہمیت کو اچھی طرح اجاگر کر دیا۔ اپنے خطبات کے ذریعے اس وقت کے لوگوں کی جو کمزوری دیکھی اسے دور کرنے کی کوشش فرمائی اور انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا" اپنا حصہ لے لو اور اللہ کی حدود کو تجاوز نہ کرو، اس نے تمھیں اپنی کتاب سکھائی اور اپنے راستے پر چلایا تا کہ وہ سچے اور جھوٹے لوگوں کو جان سکے، تم احسان کرو جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا، اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھو، اور اس کی راہ میں جہاد کرو، اس نے تمھیں چن لیا اور تمھارا نام مسلمان رکھا پھر فرمایا، اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں، تم اس کا کثرت سے ذکر کرو، اور موت کے بعد والے اعمال کرو۔"[32]

---

[31] مجلس الدعوۃ والإرشاد ، **خطب الجمعة و مسؤوليات الخطباء**،(وزارة الشئون الإسلامية –السعودية،١٤٢٥ھ)،ا: ٦

[32] سعيد بن علي ثابت ، **الجوانب الإعلامية في خطب الرسول صلى الله عليه وسلم**،(وزارة الشئون الإسلامية –السعودية، الطبعة: الأولى)،ا: ٢٩

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا یہ خطبہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم خطبات کے ذریعے وقت کے تقاضوں اور لوگوں کی ضرورت کے مطابق اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ سنت رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے خطبہ کے ذریعے اصلاح ایک خطیب و داعی کی نہ صرف اولین ذمہ داری ہے بلکہ اس پر فرض ہے۔

کورسز کا انعقاد:

لوگوں کی تعلیم کے لیے مسجد میں مختلف شارٹ کورسز منعقد کرنے چاہیئں، مثلاً طہارت کورس کا انعقاد، جس میں طہارت کے مسائل، وضو کا طریقہ اور غسل کا طریقہ سکھایا جائے۔ صلوۃ کورس کا انعقاد، جس میں نماز قائم کرنے کا طریقہ، نماز سے متعلق مسائل پر گروپ ڈسکشن کی جائے۔ اصلاح معاشرہ کورس جس میں لوگوں کے باہمی معاملات، امن و سلامتی کے مسائل، پڑوسیوں کے حقوق، باہمی رویوں جیسے اہم مسائل زیر بحث لانے چاہئیں۔ اسی طرز پر دیگر کئی مفید کورسز کا انعقاد مسجد میں کیا جاسکتا ہے۔ ہر کورس کا عنوان تجویز کرکے اس کی تشہیر کی جائے۔ افسوس کہ ہماری آج کی بیشتر مساجد میں ان سرگرمیوں کا اہتمام نہیں کیا جاتا، جس کی وجہ سے معاشرتی خرابیاں آئے روز زور پکڑ رہی ہیں۔ نوجوان نسل مختلف اخلاقی خرابیوں کا شکار نظر آتی ہے۔ اس لئے دین کے مختلف پہلوؤں سے روشناس کرانے اور تعلیم عام کرنے کے لئے مختلف شارٹ کورسز کا انعقاد ایک قابل تحسین امر ہے۔ ڈاکٹر عبد الفتاح جلال لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بڑوں کی تعلیم کے لئے مسجد وہ پہلا مدرسہ تھی جہاں رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بحیثیت معلم، صحابہ کو تعلیم سے بہرہ ور فرمایا کرتے تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے علم کی تمام اقسام سیکھیں، ایسی معرفت حاصل کی جو انسان کو دنیا و آخرت میں فائدہ دے اور اس کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو نکھار دے۔[33] اس طرح مسجد کے مؤثر اور بھرپور استعمال سے معاشرتی اصلاح ممکن ہے۔

[33]۔ عباس محجوب، ھیئات التربیۃ الإسلامیۃ، الجامعۃ الإسلامیۃ، (المدینۃ المنورۃ الطبعۃ: السنۃ الثانیۃ عشر، ۱۴۰۰ھ)، ا: ۱۱۱

تربیت:

تربیت کا معنی پرورش، بڑھوتری، حفاظت اور نگرانی کے ہیں۔ قوامیس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بچے کو پالنا، اسے بڑا کرنا تربیت کہلاتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تربیت کا ایک انتہائی اچھا اور خوبصورت معنی یہ بھی ہے کہ اس بچے کی اچھی نگرانی کی جائے۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں "رباه تربية أي أحسن القيام عليه"[34] "یعنی فلاں نے فلاں کی تربیت کی" کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس کی بھلے طریقے سے نگرانی اور اس کا خیال رکھا۔ جہاں تک مسجد میں لوگوں کی تربیت کرنے سے مراد ان کی اخلاقی اقدار کو پروان چڑھانا، انہیں دینی ماحول سے روشناس کرانا، انہیں اخلاقیات سکھانا، دینی احکامات کو زندگی میں عملاً اپنانے پر تحریض دینا، ان کی معاشرتی اور سیاسی رہنمائی کرنا ہے، تاکہ معاشرہ صحیح معنوں میں ایک صالح معاشرہ بن سکے۔ اس تمام عمل میں مسجد کا کردار کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ مسجد میں ہر صالح اجتماعیت معاشرتی اصلاح کی ترویج کا مظہر ہوتی ہے جس سے بھلائی کے کئی پہلو سامنے آتے ہیں کیونکہ مسجد ایک پاکیزہ جگہ ہونے کے ناطے سے پاکیزہ فطرت اور پاکیزہ خیالات کو جنم دینے کا باعث بنتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا كَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ[35]

"اور جو زمین پاکیزہ ہے اس میں سے سبزہ بھی پروردگار کے حکم سے نفیس ہی نکلتا ہے، اور جو خراب ہے اس میں سے جو کچھ نکلتا ہے ناقص ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم لوگوں کے لئے آیتوں کو شکر گزار لوگوں کے لئے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔"

ابو لیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ "البلد الطیب" سے مراد وہ میٹھی اور نرم زمین ہے جو بارش کو قبول کرتی ہے اور لہلہاتی کھیتی پیدا کرتی ہے۔ بالکل اسی طرح ایک مومن جب وعظ و

[34] افریقی، **لسان العرب**، ۱: ۴۰۱

[35] الاعراف: ۵۸

نصیحت سنتا ہے تو اس کا ایمان تر و تازہ ہو کر عمل ظاہر کرتا ہے۔ اور رہی بنجر زمین تو وہ بارش سے سیر اب ہو کر صرف جھاڑیاں اگاتی ہے۔ اسی طرح جب ایک کافر نصیحت سنتا ہے تو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتا۔"[36]

اگر تربیت کا عمل مسجد جیسی پاک، میٹھی اور نرم زمین میں کیا جائے گا تو یقیناً لوگوں کے قلوب اور ان کے اذہان میں پیوست ہو جائے گا، کیونکہ ان کے دل مساجد کے احترام سے بھرے ہوتے ہیں۔ اس لیے چاہیے کہ معاشرے کی اصلاح اور اس سے برائی کے خاتمے کے لیے مسجد کا بھرپور استعمال کیا جائے تاکہ ایک انتہائی صالح معتزز اور سلجھا ہوا معاشرہ تشکیل پا سکے۔

نکاح:

نسل انسانی کو بڑھانے کے لئے جائز اور حلال راستہ نکاح کہلاتا ہے۔ یہ ایک ایسا عقد اور بندھن ہے جس کے ذریعے نہ صرف دو افراد بلکہ دو خاندان باہم جڑ جاتے ہیں۔ ان دو خاندانوں کا باہمی تعلق پورے ایک معاشرے کا باہمی ربط بنتا ہے۔ نکاح وہ پاکیزہ بندھن ہے جسے شریعت اسلامیہ کی نگاہ میں سنت کہتے ہیں۔ بعض حالات میں یہ فرض کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر اس سنت کو ترجیح اول میں رکھ کر مسجد سے جوڑ دیا جائے تو یہ نہ صرف باعث برکت ہو جاتا ہے بلکہ بہت سی فضول رسومات اور اخراجات سے نجات مل جاتی ہے۔ مسجد کا مقام ذہن میں پیوست ہو جاتا ہے اور زندگی کے تمام معاملات پر احکامات شریعت لاگو کرنے کا تصور ابھر کر سامنے آجاتا ہے۔ ان معنوی فوائد کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے مسجد میں عقد نکاح کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوهُ فِي المسَاجِدِ، وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوف[37]

" اس نکاح کا اعلان کرو، اور مساجد میں اسکا انعقاد کرو، اور اس پر دف بجاؤ۔"

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "لفظ" اعلنوا" امر ہے اور فعل امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسجد میں عقد نکاح واجب ہے۔ یہ امر عقد نکاح کے اظہار اور اسے مشہور کرنے کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔

---

[36] سمرقندي، نصر بن محمد، متوفی:۳۷۳ھ)، **بحر العلوم**،۱: ۵۲۴

[37] ترمذي، محمد بن عیسی، متوفی:۲۷۹ھ، **سنن**،۳: ۳۹۰،حدیث:۱۰۸۹، اور کہا ہے کہ یہ حدیث اس باب میں حسن غریب ہے۔

اس صورت میں مسجد میں عقد نکاح مستحب ہے۔ ہر دو صورت میں مسجد میں نکاح کا انعقاد جہاں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مطلع کرتا ہے تو دوسری طرف باعث برکت بھی ہوتا ہے۔"[38]

بہر حال مسجد میں عقد نکاح ایک افضل عمل ہے کیونکہ ایسا کرنے سے اس کی دینی اور معاشرتی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ اہل محلہ اپنی خوشی کے موقعہ پر بھی مسجد کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط ظاہر کرسکتے ہیں۔ اپنی زندگی بابرکت بنانے کے ساتھ ساتھ اسے مضبوط دینی بنیادیں بھی فراہم کرسکتے ہیں۔ مسجد میں عقد نکاح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف ایجاب و قبول کی حد تک ہونا چاہیے، اگر مزید کچھ کیا جائے تو وہ مکروہ ہوگا جیسے شرائط رکھنا، آواز بلند کرنا یا زیادہ باتیں کرنا وغیرہ مکروہ ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ مسجد میں عقد نکاح اس وقت تک مکروہ نہیں جب تک کوئی ایسا عمل نہ کیا جائے جو دینی خرابی کی طرف لے جاتا ہو۔ [39]

شوریٰ:

کوئی بھی اجتماعی نظام باہمی مشاورت کے بغیر ممکن نہیں، خاندانی نظام مشاورت کے بغیر ادھورا ہے۔ اولاد کا اعتماد اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا، جب تک سربراہ، سرپرست یا والدان سے مشاورت نہ کرلے۔ کوئی حکومت اس وقت تک ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتی جب تک وہ اپنی رعایا کے نمائندوں سے مشورہ نہ کرلے۔ کوئی تنظیم یا تحریک اس وقت تک اپنے مقاصد حاصل نہیں کرسکتی جب تک اسکا لیڈر اپنے کارکن کو مشاورت کے ذریعے اعتماد میں نہ لے، کوئی ادارہ اس وقت تک اپنے اہداف حاصل نہیں کرسکتا جب تک وہ ملازمین کو مشاورت کے ذریعے مطمئن نہ کرے۔ کوئی معاشرہ اس وقت تک مکمل معاشرہ بن ہی نہیں سکتا جب تک اس کے افراد مشترکہ مسائل کا حل نکالنے کے لئے باہمی مشاورت سے کام نہ لیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی روشنی میں کئی مواقع پر اپنے صحابہ سے مشورہ فرمایا تاکہ مکمل اعتماد سے کام پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکے۔ غزوہ بدر کے موقعہ پر مشورہ، غزوہ احد کے موقعہ پر مشورہ، غزوہ خندق کے موقعہ پر مشورہ کرنا مسجد میں مشاورت کی شاندار مثالیں ہیں۔ مشورے کی تحسین فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[38] ملا القاري، علي بن محمد، متوفى:١٠١٤ھ، **مرقاة المفاتيح**، (بيروت، لبنان: دار الفكر، الطبعة: الأولى، ١٤٢٢ھ-٢٠٠٢م)، ٥: ٢٠٧٢

[39] ابن الهمام، كمال الدين، متوفى:٨٦١ھ، **فتح القدير**، (بيروت: دار الفكر، الطبعة: بدون طبعة وبدون تاريخ) ٢: ٣٤٤، ٣٤٣

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ[40]

"اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے کام آپس میں مشورے سے کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

مفسر نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "انصار مدینہ کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو مشاورت کے بعد اسے کر گزرتے۔ اللہ تعالی نے ان کی اس عادت کو پسند فرماتے ہوئے مذکورہ الفاظ میں ذکر فرمادیا"[41] امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ما تشاور قوم إلا هدوا لأرشد أمرهم[42] "جس قوم نے بھی باہمی مشاورت کی تو وہ اپنے سب سے زیادہ ہدایت یافتہ انجام کو پہنچ گئی۔"

مسلمانوں کا اجتماعی نظام مسجد سے منسلک ہے۔ اس نظام کے قالب کے لئے مسجد کی وہی اہمیت ہے جو جسم کے لئے روح کی ہے۔ اس اجتماعی نظام کو قائم رکھنے کے لئے باہمی مشاورت ایک انتہائی ضروری عمل ہے۔ اس ضروری عمل کو مسجد میں انجام دینے سے بہت سے معاشرتی جھگڑے ختم کئے جاسکتے ہیں، اور بہت سے فتنوں پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ کسی محلے کا مقامی فیصلہ کرنے کے لئے اگر پنچائیت یا شوریٰ کا انعقاد مسجد میں کیا جائے تو جلد از جلد نتیجے تک پہنچا جاسکتا ہے۔ مسجد کے تقدس کے پیش نظر صرف کام کی باتیں اور ٹھوس دلائل ذکر کئے جائیں گے۔ فضول باتوں سے اجتناب کیا جائے گا، اور ایک فریق دوسرے فریق کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھے گا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ظاہر ہو گا کہ ان دونوں فریقوں کے درمیان جلد فیصلہ ہو جائے گا۔

مسجد میں شوری کے متعلق علامہ عباس محجوب لکھتے ہیں کہ "مسجد باہمی مشاورت اور فیصلہ کی جگہ ہے جو اسلامی وزارتوں کا مسکن ہے جیسا کہ یہ مسجد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں حاکم کی جگہ ہوا کرتی تھی۔ مسجد کے ساتھ تعلیمی ادارے کا قیام جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایمانی و روحانی اور اخلاقی و اجتماعی درس حاصل کیا۔ انہوں نے

---

[40] شوری:۳۸

[41] ابو برکات نسفي، المتوفى:۷۱۰ھ)، **تفسير النسفي**، (بيروت: دار الكلم الطيب، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۹ ھ)، ۳: ۲۵۸

[42] نفس المصدر، ۳: ۲۵۸

آپ ﷺ کی تعلیمات سے اپنی روحوں اور جسموں کو متحرک کیا، دینی معاملات کا فہم حاصل کیا۔ حلال و حرام کو پہنچانا اور جب بھی انہیں کوئی معاملہ پیش آتا تو وہ مسجد میں اکھٹے ہوتے باہمی مشاورت کرتے اور ایک ٹھوس نتیجے پر پہنچ کر عمل درآمد کرتے۔ اگر باہمی مشاورت کی جگہ مسجد مقرر کی جائے تو اصلاح معاشرہ کے لازمی نتائج بر آمد کئے جاسکتے ہیں۔ آج کی مسجد کو منہج نبوی پر استوار کیا جاسکتا ہے۔ اسے عہد نبوی کی مسجد کی حیثیت دی جاسکتی ہے۔ فیصلے مسجد کو معاشرے کا محور و مرکز بناتے ہیں، دونوں کے درمیان گہرا ربط پیدا کرنے کے لیے اور معاشرتی مسائل کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے لازم ہے کہ مسجد کو ترجیح اول میں رکھا جائے اہل محلہ اور اہل علاقہ کے مسائل کو مسجد میں آداب کا پورا خیال رکھتے ہوئے زیر بحث لایا جائے۔ معززین علاقہ، پنچائتیں، لوکل گورنمنٹس، کونسل کورٹس، خوش اسلوبی سے مسائل کا حل مسجد میں نکالیں، حتی فیصلے مسجد میں کریں تا کہ کرپشن، رشوت اور جھوٹی گواہیوں سے بچا جاسکے۔ مسجد میں فیصلے کرنے کا طریقہ نبی کریم ﷺ کے عمل مبارک سے ثابت ہے کہ آپؐ نے مسجد کا استعمال جہاں ایک طرف عبادت کے لئے فرمایا، وہاں دوسری طرف اس کا استعمال معاشرے کی اصلاح کے لئے بھی فرمایا، مسجد کو لوگوں کے ہر معاملے سے جوڑ دیا تا کہ مسجد ان کی توجہ کا اولین مرکز بن جائے جیسا کہ آپؐ نے کعب بن مالک اور ابن حدود کے درمیان فیصلہ فرمایا "کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے مسجد میں ابن حدرد سے وہ قرض طلب کیا جو ان پر تھا، جب دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں تو رسول اللہ نے اپنے گھر میں سن لیں۔ آپ ﷺ نے اپنے حجرے کا پردہ ہٹا کر پکار کر فرمایا: اے کعب، جواب دیا؛ اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر ہوں، آپ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے قرض کا ایک حصہ معاف کردو، کعب نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے کر دیا، آپ ﷺ نے (ابن حدرد) سے فرمایا: اٹھو اور ادا کر دو۔"[43]

ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسجد میں قرض خواہ کا مقروض سے اپنے قرض کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔[44]

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث اور ترجمہ الباب کے ذریعے اشارہ کر رہے ہیں کہ مسجد میں فیصلہ کرنا جائز ہے۔ البتہ اس بات کا پورا خیال رہے کہ مسجد میں گندگی نہ پھیلے یا کوئی ایسا کام نہ ہو جس سے

---

43 صحیح البخاري، **کتاب الصلاۃ**، باب التقاضی والملازمہ فی المسجد، ا: ۹۶، حدیث: ۴۵۷

44 ابن رجب، عبد الرحمن بن أحمد، المتوفی: ۷۹۵ھ، **فتح الباری**، (مدینہ منورہ: مکتبۃ الغرباء الأثریۃ، الطبعۃ: الأولی، ۱۴۱۷ھ)، ۳: ۳۴۸

مسجد کے آداب کا خیال نہ رہے۔[45] دراصل کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا مسجد میں قرض لینے کا مطالبہ کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد میں دونوں کے درمیان فیصلہ فرمانا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اہل محلہ کے فیصلے مسجد میں کیے جاسکتے ہیں۔

علاج:

مسجد کی دینی، سیاسی اور معاشرتی حیثیت کو قائم رکھتے ہوئے وقتی ضرورت کے پیش نظر اسے علاج گاہ میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اس میں مریضوں کا تشفی بخش علاج کیا جاسکتا ہے بلکہ یوں کہنا بجا ہوگا کہ مسجد میں کسی مریض کا کیا جانے والا علاج زیادہ قابل اطمینان ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مریض دو طرح کے علاج سے مستفید ہو سکتا ہے۔ ایک جسمانی اور دوسرا روحانی، جسمانی علاج کے لئے دوا استعمال کرے گا جبکہ روحانی علاج کے لئے دعا، ذکر اور نماز سے کام لے گا۔ یہی وجہ ہے کہ دور جدید میں اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو توفیق بخشی ہے جنہوں نے مسجد کی عمارت کے نقشے میں فری ڈسپنسری کو شامل کیا ہے۔ اس سے اہل محلہ دوا حاصل کرتے ہیں اور مسجد کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے ہر مسجد کو پوری منصوبہ بندی کے ساتھ بنایا جائے اور اس میں لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر علاج گاہ کی تعمیر بھی کی جائے تاکہ زمانہ نبوت والی مسجد ذہنوں میں تازہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الخَنْدَقِ فِي الأَكْحَلِ، «فَضَرَبَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم خَيْمَةً فِي المَسْجِدِ، لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ فَلَمْ يَرُعْهُمْ» وَفِي المَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ، إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ، فَقَالُوا: يَا أَهْلَ الخَيْمَةِ، مَا هَذَا الَّذِي يَأْتِينَا مِنْ قِبَلِكُمْ؟ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُو جُرْحُهُ دَمًا، فَمَاتَ فِيهَا[46]

"عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سعد کے بازو کی رگ (اکحل) میں خندق کے دن زخم آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کے لئے) مسجد میں خیمہ نصب فرمادیا تاکہ قریب سے عیادت کرسکیں، مسجد میں قبیلہ بنو غفار کا بھی خیمہ نصب تھا انھوں نے کہا کہ یہ کیسا خون ہے جو ہمارے پاس تمھاری طرف سے آرہا ہے؟ سعد رضی اللہ عنہا کا اسی زخم کی وجہ سے انتقال ہو گیا۔"

---

[45] فتح الباري شرح صحيح البخاري، ۱۳: ۱۵۷

[46] صحيح البخاري، **كتاب الصلاة**، باب الخيمہ فی المسجد للمرضی، ۸۰، حدیث: ۴۶۳

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "مریض کا مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے اگرچہ وہ زخمی ہی کیوں نہ ہو[47]۔ اس تفصیل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مریض یا زخمی کا بوقت ضرورت علاج کی غرض سے مسجد میں قیام کرنا جائز ہے۔ ہاں اگر اس کا کوئی متبادل انتظام ہے تو احتیاط کے پیش نظر وہاں ٹھہرنا زیادہ اچھا ہے۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ محلہ میں موجود مسجد سے ملحق کوئی ایسی جگہ ضرور ہونی چاہیے جہاں فوری طبی امداد کا انتظام ہو۔ مریض کے ٹھہرنے کا بندوبست ہو، اچھی اور قابل اعتماد ادویات موجود ہوں۔ بہترین سہولتوں سے آراستہ ڈسپنسری ہو جہاں مریضوں اور زخمیوں کا فوری علاج کیا جا سکے۔ جو بھی مریض یا زخمی جتنی دیر قیام کرے اس کی بہترین دیکھ بھال کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی اصلاح اور دوسروں کی اصلاح کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ یوں ایسے افراد تیار ہو سکتے ہیں جو اصلاح معاشرہ کی ذمہ داری ادا کر سکتے ہیں۔

فرقہ واریت کی تردید:

فرقہ واریت میں غلو کی وجہ سے آج امت اسلامیہ تقسیم ہو کر رہ گئی ہے۔ ایک فرقہ دوسرے فرقے سے تعلق رکھنے والوں کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں، عدم برداشت کا کلچر عام ہو گیا ہے۔ ایک سادہ لوح مسلمان اپنی دینی سمت کھو بیٹھا ہے۔ وہ یہ معلوم کرنے سے قاصر ہو گیا ہے کہ کون سا فرقہ حق ہے اور کون سا باطل ہے۔ اغیار نے فرقہ پرستی سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اور مسلسل پہنچا رہے ہیں۔ اتحاد امت کا درس بھلایا جا چکا ہے۔ مثبت اور معقول قیادت (leader ship) کا فقدان پیدا ہو چکا ہے۔ مبلغین و خطبا منبر رسولؐ سے امت کی صحیح رہنمائی نہیں کر پا رہے۔ ان تمام حالات میں امت مسلمہ کو بھولا ہوا سبق یاد دلانے کے لیے مسجد کا بنیادی کردار سامنے آتا ہے۔ اس کردار کو صحیح معنوں میں اجاگر کرنے لئے مسجد کے آئمہ و خطباء مکمل تعلیم یافتہ ہونے چاہئیں، جو لوگوں کی تفریق ختم کر کے امت کو صحیح سمت کی طرف لے کر چلیں۔ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھائیں کہ آپس میں فرقوں کی بنیاد پر تقسیم ہو کر اپنی اصل حیثیت کو ضائع مت کریں۔ وقت کے تقاضوں، حالات کے رخ اور عصر حاضر کے چیلنج کو سمجھتے ہوئے اپنا تعارف صرف اور صرف مسلمان کے طور پر کروائیں۔ اپنی صفوں میں اتحاد و یگانگت پیدا کرتے ہوئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔ یہ ہے وہ آواز جسے آج

---

[47] نووي، يحيى بن شرف، متوفى:٦٧٦ھ، **المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج**،٨: ٢٤١

مسجد کے منبر و محراب سے بلند کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ایک فرقے سے تعلق رکھنے والا مسلمان دوسرے فرقے سے تعلق رکھنے والے مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھے۔

پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں کہ "معاشرتی تعلقات کو استوار کرنے کے لئے مسجد کی حیثیت ایک مستقل ادارے کی سی ہے۔ اسلام کا معاشرتی پروگرام مسجد ہی کے ذریعے زیادہ کامیاب ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں مسجدوں کی صحیح تنظیم کو بڑی اہمیت حاصل ہے جس سے مطلوبہ نتائج پوری طرح حاصل ہوسکتے ہیں۔"[48] قرآن کریم میں امت مسلمہ کے مابین اخوت، بھائی چارے اور اتحاد کے تصور کو اچھی طرح اجاگر کیا گیا ہے اور مختلف فرقوں میں تقسیم ہونے سے روکا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا[49]

"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔"

اکثر مفسرین نے "حبل" سے مراد قرآن مجید اور بعض نے دین اسلام مراد لیا ہے۔ قرآن ہو یا دین اسلام دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں۔ دونوں میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں ہے۔ لہذا اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنے سے مراد دین اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اکھٹے ہو کر دین اسلام یا قرآن کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کا حکم دیا ہے اور دین میں اختلافات پیدا کرکے باہم فرقہ واریت سے منع فرمایا ہے۔[50] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کو آپس میں ایک عمارت اور کبھی ایک جسم کی مانند فرما کر ان کا تعلق اتنا مضبوط فرما دیا ہے کہ فرقوں کی بنیاد پر تقسیم کی کوئی گنجائش باقی ہی نہیں رہتی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[48] پروفیسر، خورشید احمد، **اسلامی نظریہ حیات**، ۴۱۸

[49] آل عمران: ۱۰۳

[50] شوكاني، محمد بن علي، متوفى: ۱۲۵۰ھ، **فتح القدير**، (بيروت: دار ابن كثير، الطبعة: الأولى - ۱۴۱۴ ھ)، ۱: ۴۲۱

تَرَى المؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، كَمَثَلِ الجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالحُمَّى [51]

"تم مؤمنین کو آپس میں رحمدل، محبت کرنے والے، اور نرمی کرنے والے دیکھو گے جیسے ایک جسم ہوتا ہے، اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا جسم بیداری اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

اگر تدبر کیا جائے تو باہم مل جل کر پُر امن رہنے اور محبت سے پیش آنے کا درس کہاں دیا جائے تو زیادہ مؤثر ہو گا؟ یقینا یہ کام مسجد کے منبر و محراب سے ہی ہو سکتا ہے۔ لهذا آج ایک دوسرے کو کافر کہنے کی بجائے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو تازہ کیا جائے۔ ان تعلیمات کو مسجد کے منبر و محراب سے پوری قوت سے اٹھایا جائے۔ لوگوں کو باہم محبت سے پیش آنے کی تلقین کی جائے تاکہ ایک مضبوط مسلم معاشرہ وجود میں آسکے۔

دہشت گردی کی تردید:

دہشت گردی کو عربی زبان میں "الارھاب" کہتے ہیں۔ جس کا مادہ "رھب" ہے جس کا معنی خوف اور گھبراہٹ ہے۔[52] عصر حاضر میں "ارھاب" کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ پُر امن لوگوں کو ڈرایا جائے اور انھیں تباہ کیا جائے۔ اسلام نے اس کی تردید کی ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ موجودہ دہشت گردی کی لہر نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ہر شخص چاہے وہ بوڑھا ہے یا جوان، مرد ہے یا عورت، دہشت گردی کی اس لہر سے اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے۔ خاص طور پر مسلم معاشرہ اس کی زد میں قدرے زیادہ ہے، چوک و چوراہے، بازار و عبادت گاہیں، پارک اور سیر گاہیں سب غیر محفوظ ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان حالات میں معاشرے کی صحیح رہنمائی کے لئے مسجد کا بنیادی کردار کھل کر سامنے آتا ہے۔ یہاں سے لوگوں کی اسلام کے مطابق رہنمائی کرتے ہوئے ان کی ذہن سازی کی جائے کہ کسی ایک نفس کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ اگر یہ ذمہ داری ادا کی جائے تو کوئی بھی سادہ لوح شخص خوف و دہشت کی لہر کا حصہ نہیں بن سکے گا۔ قتل و غارت کی مذمت فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

[51] صحیح البخاري، **كتاب الفتح**،۱۰: ۶۰۱۱

[52] الجزري ابن الأثير، متوفى:۶۰۶ھ، **النهاية في غريب الحديث والأثر**،(بیروت:المكتبة العلمية،۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹م)،۲: ۲۸۰

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا[53]

"اس (قتل) کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگی کا موجب ہوا۔"

ابو مظفر سمعانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جس شخص نے کسی دوسرے کو قتل کیا تو گویا گناہ کے لحاظ سے اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا اور جس نے اسے زندہ رکھا اور قتل سے رک گیا تو ثواب کے لحاظ سے اس نے پوری انسانیت کو زندہ رکھا اور اس کے قتل سے رک گیا۔[54]

یہی وہ درس ہے جس کے لیے مسجد کے منبر کا بھرپور استعمال کرکے لوگوں میں شعور پیدا کرنا چاہیے۔ اگر یہ فرض جانکاری سے ادا کیا جائے تو معاشرے سے قتل وغارت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ دہشت گردی اپنی تمام اقسام و انواع سمیت جڑ سے اکھاڑی جا سکتی ہے۔ وھبہ زحیلی قتل وغارت کو ایک ایسا جرم قرار دیتے ہیں جو تمام معاشرے کے امن کو تباہ کر دیتا ہے اور اس کے وجود کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ پُر امن لوگوں میں خوف وہراس پھیلاتا ہے([55])۔ اس مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے ناحق قتل کی مذمت پر اگر مسجد سے آواز اٹھائی جائے تو انتہائی موثر ہوگی اور دہشت گردی کے زہر کے خلاف ایک تریاق ثابت ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف وہراس پھیلانے، امن تباہ کرن اور کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان کی طرف اپنے اسلحے سے اشارہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

[53] المائدہ:۳۲

[54] السمعاني، منصور بن محمد، المتوفی:۴۸۹ھ، **تفسیر القرآن**،(الریاض: دار الوطن، السعودیۃ، الطبعۃ، الأولی،۱۴۱۸ھ)،۲: ۳۳

[55] الزحیلي، دوھبۃ بن مصطفی، **التفسیر المنیر في العقیدۃ والشریعۃ والمنھج**،(دار الفکر المعاصر، دمشق: الطبعۃ: الثانیۃ،۱۴۱۸ھ)،۶: ۱۶۳

إِذَا أَشَارَ الْمُسْلِمُ عَلَى أَخِيهِ الْمُسْلِمِ بِالسِّلَاحِ فَهُمَا عَلَى جُرُفِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا قَتَلَهُ خَرَّا جَمِيعًا فِيهَا[56]

"جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی طرف اسلحہ سے اشارہ کرے تو وہ دونوں جہنم کے کنارے پر ہوتے ہیں تو جب (ان میں سے ایک دوسرے کو) قتل کر دے تو دونوں اس میں گر جاتے ہیں۔"

عبد الرحمان مطرودی رحمۃ اللہ علیہ دہشت گردی کی قباحت سے متعلق اسلام کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " اسلام نے پُر امن لوگوں کو بالواسطہ یا بلاواسطہ ڈرانا حرام قرار دیا ہے، انہیں خوف زدہ کرنے کے تمام شگاف اور دروازے بند کر دیئے ہیں اور پر امن فضا کو گدلا کرنے سے روک دیا ہے۔[57] یہ ہے وہ اسلام کی تعلیم جس کا مرکز مسجد ہونی چاہئے تا کہ معاشرے کے امن کو قائم رکھا جا سکے۔

خواتین اور مسجد:

خواتین معاشرے کا وہ حصہ ہیں جن کے بغیر معاشرہ نامکمل ہے۔ زندگی اس وقت تک کامیاب زندگی نہیں کہلاتی جب تک خواتین کا کردار سامنے نہ آجائے۔ ایک خاتون جب ماں کی حیثیت اختیار کرتی ہے تو اس کی گود اپنے بچے کے لئے پہلی بہترین تربیت گاہ ہوتی ہے، وہ جس طرح چاہے اپنے بچے کی ذہن سازی کر سکتی ہے، ایک خاتون جب بیوی کا مرتبہ حاصل کرتی ہے تو وہ براہ راست دو خاندانوں کو آپس میں جوڑنے کا کردار ادا کر سکتی ہے۔ ایک اچھی تربیت یافتہ عورت ایک صالح معاشرہ پروان چڑھا سکتی ہے۔ وہ ایک ایسی نسل تیار کر سکتی ہے جو معاشرے کی برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ دے۔ لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک خاتون کا تعلق خاص مواقع پر مسجد سے مضبوط نہ ہو جائے۔ عصر حاضر میں مسجد میں ایسا انتظام ضرور ہونا چاہے جہاں عورتیں باپردہ رہ کر وعظ و نصیحت میں شریک ہو سکیں۔ اس طرح سے وہ معاشرے کی اصلاح بڑے اچھے، منظم مگر آسان طریقے سے کر سکتی ہیں۔ زمانہ نبوت میں خواتین کا مسجد میں جاتی تھیں۔ ام المؤمنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں:

---

[56] النسائی، أحمد بن شعیب، السنن، **تحریم القتل**، (حلب: مکتب المطبوعات الإسلامیة –الطبعة: الثانیة، ۱۴۰۶ھ)، ۷:، ۱۲۴ حدیث: ۴۱۱۶

[57] مطرودي، عبد الرحمن، **نظرة في مفهوم الإرهاب**، (الکتاب منشور علی موقع وزارة الأوقاف السعودیة بدون بیانات)، ۱: ۴۶

أَنَّ النِّسَاءَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ إِذَا سَلَّمْنَ مِنَ المكْتُوبَةِ، قُمْنَ وَثَبَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلَّى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللَّهُ، فَإِذَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَامَ الرِّجَالُ [58]

"رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرتیں تو اٹھ جاتیں، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والے جب تک اللہ چاہتا ٹھہرے رہتے، جب اللہ کے رسول ﷺ کھڑے ہوتے تو لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔"

ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت میں شامل ہونے کے لئے عورت کا مسجد میں آنا جائز ہے۔[59]
بغوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خواتین کا مسجد میں جانا اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ خوشبو استعمال نہ کریں۔[60]
نووی رحمۃ اللہ علیہ نماز کے لئے مسجد میں جانے والی عورت خوشبو استعمال کرے نہ ہی اپنی زینت ظاہر کرے، پازیب نہ پہنے کہ جن کی چھنکار سنی جائے، عمدہ لباس پہنے نہ ہی مردوں سے میل جول رکھے، نوجوان نہ ہو اور راستہ پُر امن ہو۔[61]
شیخ منصور علی ناصف کہتے ہیں کہ خواتین کا مسجد میں نماز کے لئے یا دیگر اچھے اجتماعات کے لئے جانا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ باپردہ ہوں اور خوشبو نہ لگائیں۔[62] ہاں اگر فتنے کا خطرہ ہو تو خواتین مسجد میں نہ جائیں بلکہ ان کے لئے گھر میں نماز ادا کر لینا بہتر ہے۔"[63]

اگر خواتین مذکورہ شرائط کا خیال رکھتے ہوئے مسجد میں نماز یا کسی بھی تعلیمی و تربیتی اجتماع میں شریک ہونا چاہیں تو شریک ہو سکتی ہیں، ممانعت نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی فتنے کا اندیشہ ہو تو انہیں گھر میں ہی نماز اور دیگر اعمال

---

[58] صحیح البخاري، **کتاب الاذان**، خروج النسا الی المساجد، ۱۴۰، حدیث: ۸۶۶

[59] بن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، متوفی: ۴۶۳ھ)، **الاستذکار**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الأولی، ۱۴۲۱ھ)، ۲: ۴۵۳

[60] البغوي، حسین بن مسعود، المتوفی: ۵۱۶ه، **شرح السنة**، (بیروت، دمشق: المکتب الإسلامي، الطبعة: الثانیة، ۱۴۰۳ھ)، ۲: ۳

[61] المنھاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ۲: ۳۹۹

[62] منصور ناصف، **التاج الجامع للاصول**، (بیروت: احیاالتراث العربی)، ۱: ۲۳۶

[63] صحیح البخاري، **کتاب الاذان**، خروج النسا الی المساجد، ۱۴۰، حدیث: ۸۶۷

صالحہ کا اہتمام کر لینا چاہیے۔ القاسمی ؒ کہتے ہیں کہ "اگر کسی فتنے کا خدشہ موجود نہ تو عورتوں کے لئے گھر سے بہتر مسجد ہے۔ انہیں زیادہ ضرورت ہے کہ وہ وعظ و نصیحت سنیں تاکہ وہ بدعات، غلط عقائد اور اپنے شوہروں کی نافرمانی سے بچ سکیں۔"[64]

اگر ہم معاشرے کو ٹھوس بنیادیں فراہم کرنا چاہتے ہیں، نسل کو سنوارنا چاہتے ہیں، اخلاقی اقدار عام کرنا چاہتے ہیں اور فتنوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو خواتین کو مسجد کے ساتھ جوڑنا پڑے گا۔ خیر و بھلائی کے اجتماعات میں شریک کرنا پڑے گا۔ اگر اہم ایسا کر لیں تو ایک صالح معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔

نتائج:

مسجد ایک ایسا ادارہ ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کرنے کے لئے ایک مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ یہ معاشرے کا وہ محور ہے جہاں ذکر و عبادت کے ساتھ ساتھ تعلیم و تعلم، تربیت و عمل پر زور دیا جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو معاشرے کے افراد میں ایسی وحدت پیدا کرتا ہے جیسے تسبیح کی ڈوری اپنے تمام دانوں کو اکٹھا کر دیتی ہے۔ مسجد تمام افراد میں ہم مقصدیت پیدا کرتی ہے۔ یہاں آکر لوگوں میں احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ سب برابر ہیں۔ اور ایک ہی راہ کے مسافر ہیں۔ یہاں آکر معاشرے کے درد کا اندازہ ہوتا ہے کہ کون کس مصیبت میں ہے، کون کتنا پریشان ہے اور کون فاقوں میں مبتلا ہے۔ معاشرے میں مسجد کی حیثیت کسی تعلیمی ادارے میں معلم کی طرح ہے۔ جس طرح ایک معلم اپنے ادارے کے طلبہ کی ہر لحاظ سے رہنمائی کرتا ہے۔ اسی طرح ایک مسجد اپنے اندر آنے والے افراد کی ہر پہلو سے رہنمائی کرتی ہے۔

---

[64] القاسمی، **اصلاح المساجد من البدع والعوائد**، ۲۲۳

تجاویز وسفارشات:

معاشرے کی اصلاح کے لئے مسجد کا حقیقی کردار درج ذیل تجاویز پر عمل کرنے سے ظاہر ہو سکتا ہے:

- مسجد کو مرجع خلائق بنانے کے لیے اس میں عبادات کی ادائیگی و دینی رہنمائی کے ساتھ ساتھ معاشرے میں مثبت سیاسی شعور کے فروغ، معاشی استحکام اور بدلتے سماجی رویوں کی اصلاح کے لیے اسلام کے درست، جامع اور مستند فہم کی ترویج کا انتظام کیا جائے۔
- صوبائی حکومتوں یا رجسٹرڈ بورڈز کے تحت مساجد میں سہولیات وخدمات کے معیار کی بنیاد پر درجہ بندی کر کے نہ صرف اعزازات و انعامات دیے جائیں بلکہ ان کو اندرون ملک اور بیرون ملک کامیاب ماڈل اور مؤثر مساجد کے دورہ جات کروائے جائیں۔
- حکومت ائمہ کرام کی تعلیمی و تکنیکی صلاحیتوں کو مزید بہتر بنانے کے لیے ٹریننگ کا اہتمام کرے۔
- مساجد میں مجبور ونادار مستحق افراد کی اسلامی تقاضوں کے مطابق رہنمائی، ہر ممکنہ مالی مدد یا قلیل المیعاد قرض کا بندوبست کرتے ہوئے انکی مسجد کے ساتھ وابستگی کو مضبوط کیا جائے۔
- مختلف طبقات بالخصوص نوجوانوں کی عائلی، کاروباری، تعلیمی، ادبی و غیر نصابی مثبت سرگرمیوں کے حوالے سے کونسلنگ کا انتظام ہو۔
- عمومی صحت کے علاوہ ہنگامی حالات سے نمٹنے سے متعلق آگاہی پروگرام منعقد کیے جائیں۔
- عوام کی بڑی تعداد کی مساجد کے ساتھ وابستگی کو بڑھایا جائے اور اس کے لیے خطبات جمعہ کو مؤثر بناتے ہوئے وقت کی پابندی، زندہ موضوعات کے انتخاب اور اسلوب بیان میں بہتری کے علاوہ دیگر ناگزیر تبدیلیاں کی جائیں۔
- نوجوانوں کے لئے آداب اور اسلامی اخلاقیات کے لیکچرز کا اہتمام کرنا چاہیئے۔
- مسجد میں تربیتی اجتماعات کا انعقاد کرنا چاہیئے اور خواتین کی شرکت بھی یقینی بنانی چاہیئے۔
- علمی اضافے کے لئے جدید سہولیات سے آراستہ لائبریری قائم ہونی چاہیئے۔
- بڑوں کے ساتھ آنے والے بچوں سے انتہائی نرمی اور محبت سے پیش آنا چاہیے تاکہ انھیں مسجد میں آنے کی عادت ہو۔